ہماری دعائیں کیسے قبول ہوں؟

از قلم حضرت قطب العالم شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز

دعاء کی قبولیت کے لئے چند شرائط ہیں۔

اوّل یہ کہ انسان کا کھانا پینا، پہننا وغیرہ سب حلال سے ہوں۔ ورنہ عمدہ سے عمدہ حالت میں بھی دعاء قبول نہیں ہوتی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، مسافر کی دعا حالتِ سفر میں بہت زیادہ قبول ہوتی ہے، مگر اس کے ساتھ اگر مسافر حالتِ سفر میں ہو اور اس کا مطعم وغیرہ حرام ہو تو کس طرح اسکی دعا قبول ہو سکتی ہے۔

دوم یہ کہ خلوصِ دل سے دعاء کی جاوے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لایقبل اللہ الدعاء بقلب لاہٍ۔ اللہ تعالیٰ دعا کو غافل اور کھیلنے والے دل سے قبول نہیں کرتا ہے۔ پھر اگر صرف زبانی ہی دعاء ہو اور دل دوسری طرف لگا ہو تو وہ دعا کس طرح قبول ہو سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی دعا زیادہ تر قبول ہوتی ہے کیونکہ وہ ستایا ہُوا ہوتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا والی (گورنر) بنا کر بھیجا تو فرمایا: یا معاذ اتق دعوۃ المظلوم لیس لہا من دون اللہ حجاب۔ (اے معاذ مظلوم کی بد دعا سے بچ کیونکہ مظلوم کی بد دعاء اور اللہ تعالیٰ کے درمیان میں کوئی پردہ اور حائل نہیں ہوتا۔)

سوم یہ کہ دعاء کی قبولیّت کے بارے میں جلد بازی اور استعجال سے کام نہ لیا جائے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یستجاب لاحدکم مالم یستعجل الحدیث۔ (تم میں سے ہر ایک کے لئے قبولیّتِ دعاء حاصل ہوتی ہے، جب تک کہ استعجال نہ کرے اور کہنے لگے کہ میں نے دعاء کی مگر قبول نہیں ہوئی۔)

چہارم یہ کہ دعاء میں یقین اور عزم قوی سے کام لیا جائے اور پختہ یقین سے دل سے دعاء

مانگی جائے اور ہمت قویہ اور ارادہ قلبیہ کو پورے زور سے اس طرف لگایا جائے۔ یعنی جس طرح بچہ ماں سے مانگنے میں جب اڑجاتا ہے اور پیچھا چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتا، ماں باپ ٹلانا چاہتے ہیں یا بہلانا چاہتے ہیں مگر وہ نہیں مانتا اور تقاضوں پر تقاضا کرتا رہتا ہے، دوسری طرف نہیں دیکھتا، پھر ماں باپ اس کی مراد پوری کردیتے ہیں، اسی طرح باری تعالیٰ سے پوری قوت قلبی اور ارادی عزم سے مانگا جائے۔ یہ نہ کہا جائے کہ باری تعالیٰ اگر تو مناسب سمجھتا ہو تو مجھ کو فلاں چیز دے دے اور بار بار پورے عزم اور جزم کے ساتھ مانگے تو انشاء اللہ مراد میں کامیاب ہوگا۔

پنجم یہ کہ اوقات قبولیت، امکنہ قبولیت، احوالِ قبولیت کا لحاظ کیا جائے، اوّل کی مثال آخر شب وغیرہ کی دعا ہے۔ دوسرے کی مثال مسجد حرام یا دیگر متبرک مقامات کی دعاء ہے تیسرے کی مثال نماز کے بعد یا ذکر و استغفار کے بعد کی دعاء ہے۔

ششم یہ کہ دعاء سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جائے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے اس کے بعد دعاء مانگی جائے اور پھر آخر میں بھی درود شریف پڑھا جائے۔ اور دعا بار بار کی جائے، آنحضرت علیہ السلام کم سے کم تین مرتبہ عموماً دعاء کے الفاظ استعمال فرماتے تھے:

محترما! جناب باری عزاسمہٗ فرماتا ہے۔ وَقال ربکم ادعونی استجب لکم۔ "تمہارا پالنے والا رب فرماتا ہے کہ تم مجھ کو پکارو اور حاجتیں مانگو میں قبول کروں گا۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَاذا سئالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی ولیو منوابی۔ الآیۃ (اور جب تجھ سے میرے بندے میری نسبت پوچھیں تو کہہ دو کہ میں قریب ہوں پکارنے اور مانگنے والوں کی دعاؤں کو جب کہ وہ مجھ کو پکاریں قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیئے کہ مجھ سے قبولیت کی خواہش کریں۔ اور مجھ پر یقین کریں۔)

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ خلوص اور عزم قلبی کی دعائیں ضرور قبول فرماتا ہے۔ یہ اس کا وعدہ ہے، وہ کریم و کارساز اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدوں کو پورا کرتا ہے، اگرچہ وہ مجبور نہیں ہے۔ مگر میرے محترم قبولیت کی بھی متعدد صورتیں ہیں:-

الف —— لبسا اوقات بچہ اپنی نادانی کی وجہ سے ماں باپ سے ایسی چیزیں مانگتا ہے جس میں اس کی ہلاکت ہے، وہ جلتے ہوئے چراغ کی طرف لپکتا ہے تاکہ ہاتھ میں پکڑلے۔ وہ انگارے کو پکڑنا چاہتا ہے، وہ مٹھائی مانگتا ہے، حالانکہ مریض ہے، مٹھائی اس کو نقصان دیتی ہے، وعلیٰ ہذا القیاس، بہت سی چیزیں اس قسم کی ہیں۔ وہ کھیل کود چاہتا ہے، وہ مکتب میں جانا نہیں چاہتا، ماں باپ سے اصرار

کرتا ہے کہ مدرسہ اور مکتب میں نہ بھیجیں اس کو گلی ڈنڈا کھیلنے دیں. بداخلاق بچوں میں چھوڑ دیں وغیرہ وغیرہ۔ کیا ان صورتوں میں سمجھدار وخیر خواہ ماں باپ کا یہی فریضہ ہے کہ اس کی مراد پوری کی جائے. ہرگز نہیں۔ اسی طرح انسان مبتلائے نفس وشیطان دنیادی اور مادی خواہشات کا متوالا، بسا اوقات ایسی چیزیں مانگتا ہے جس میں سراسر آخرت کا اور روحانیت کا خسارہ ہی خسارہ ہے، کیا اس میں ماں باپ سے زیادہ تر شفیق ورحیم، رؤف وکریم، حکیم وعلیم کا یہی منصب نہ ہوگا کہ وہ ہم کو ایسے زہر ہلاہل کا پیالہ ہرگز نہ پلائے، اگرچہ ہم اس کو شربت جان افزا سمجھ کر تقاضوں پر تقاضے ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔

ب ـــــ جس طرح بسا اوقات بچے اپنی نادانی سے ماں باپ سے دنی اور ذلیل ریوڑی گٹوں یا گڑ وغیرہ پر اصرار کرتے ہیں اور چونکہ ایسی کچی مٹھائی صحت کے لئے مضر ہے تو ماں باپ بچہ کی مانگ پر پکی مٹھائی گلاب جامن، برفی، بالوشاہی دیتے ہیں مگر ریوڑی گٹے کو پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتے اور یہی اعلیٰ درجہ کی محبت اور ماں باپ کی عقلمندی اور شفقت شمار کی جاتی ہے۔ اسی طرح اگر ربّ العالمین عالم السر والخفایا سے جو چیز ہم اپنی نادانی سے مانگ رہے ہیں اور اس کو اپنے لئے مفید جانتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایسی نہیں ہے نہ دے، اور روحانی نعمت دنیا میں یا آخرت میں کوئی نعمت ہماری مانگ اور دعا پر مہیا فرمادے تو کیا کہا جا سکتا ہے، کہ وہ دعا مقبول نہیں ہوئی اور مانگ خالی گئی۔ نہیں نہیں۔

ج ـــــ اگر بچہ نے ماں باپ سے کسی چیز کا تقاضا کیا اور ماں باپ نے محبت سے اس کی طرف توجہ کرکے اس کو گود میں اٹھا لیا، گرد اور دھول جھاڑی بچہ کو نہلایا دھلایا، اس کو موذی جانوروں سے بچایا، اس کو دشمنوں سے بچایا، تو گو بچہ اپنی نادانی کی وجہ سے سمجھتا ہے کہ ماں باپ نے میری استدعا نہ مانی اور میری طرف توجہ نہ کی۔ مگر عقلمند جانتا ہے۔ کہ یہ بچہ کے رونے اور مانگنے ہی کا اثر ہے کہ ماں باپ نے اس طرح اس کی طرف التفات کیا اور مضر چیزوں یا جانوروں سے اس کو بچایا، علیٰ ہذا القیاس بسا اوقات بندہ کی دعا کی قبولیت ہو جاتی ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بندہ پر سے کوئی سخت مصیبت آنے والی دور ہو جاتی ہے جس سے بندہ کا اس قدر نفع ہوتا ہے کہ اس کی مانگی ہوئی مراد میں عشر عشیر بھی نہ ہوتا۔

د ـــــ بسا اوقات دعا قبول ہو جاتی ہے اور اس کے اثر کے ظاہر ہونے میں کچھ دیر لگتی ہے۔ بندہ اپنی جلد بازی کی وجہ سے (جو کہ انسان کی فطری بات ہے) جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا[1] دوسری جگہ فرمایا گیا ہے: خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ[2] گمان کرنے لگتا ہے کہ

---

[1] اور انسان بہت جلد باز ہے۔ [2] انسان کی سرشت میں عجلت رکھی گئی ہے۔

میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے فرعون اور اس کی قوم پر بد دعا کی اور قبول ہوئی۔ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا۔ مگر فرعون اس کے چالیس برس بعد مع اپنی قوم کے غرق ہوا۔

خلاصہ یہ کہ جناب باری باسمہٗ نے جو وعدہ قبولیت کے متعلق فرمایا ہے، وہ سچا ہے۔ اگر دعا اپنی شروط کے ساتھ پائی جائے تو وہ ضرور مقبول ہوتی ہے، مگر یہ ضرور نہیں کہ اس کا ظہور اسی صورت اور اسی جلدی کے ساتھ ہو جو دعا کرنے کی تھی۔ اس لئے بندہ پر فرض ہے کہ اپنی چھوٹی اور بڑی سے بڑی حاجتوں کو ہمیشہ خدا سے مانگا کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تیرے جوتوں کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو مجھ سے مانگ، نمک یا لکڑی کی کمی ہو جائے تو مجھ سے مانگ، غرضیکہ جو حاجت بھی پیش آئے بندہ کا فریضہ ہے کہ گڑگڑا کر آقا جل مجدہٗ سے مانگا کرے، آقا حکیم و علیم ہے جو اس کی حکمت اور اس کے علم میں ہوگا۔ اس کو ظاہر فرمائے گا۔ دعا مانگنا اور گڑگڑانا اس کو پسند ہے۔ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الدعاء مخ العبادۃ۔ دعا عبادت کا مغز اور گودا ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ لَا يَرُدُّ القدر الا الدعاء۔ خداوندی تقدیر کو لوٹانے کی کسی چیز میں سوائے دعا کے طاقت نہیں ہے۔ بندہ کو چاہیئے کہ اپنے آقا جل مجدہٗ کے ساتھ گمان اچھا رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس کیساتھ اس کے گمان کے موافق معاملہ فرمائے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فاذا ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی واذا ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر من ملائہ" (میں بندہ کے گمان کے پاس ہوں اور میں بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں جب کہ وہ مجھ کو یاد کرتا ہے، جب وہ مجھ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھ کو کسی مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس کے مجمع سے بہتر مجمع میں (ملائکہ میں) یاد کرتا ہوں۔)

باوجود امور مذکورہ بالا کے کبھی کبھی تمام شروط کی موجودگی میں بھی دعا مقبول نہیں ہوتی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ امت آپس میں نہ لڑے۔ مگر یہ دعا قبول نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ مختار ہے۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ۔ الآیۃ۔

انسان لبسا اوقات گھبرا کر اپنے اُوپر بد دعا کرنے لگتا ہے، بالخصوص آپ جیسے مزاج کا جس میں طبیعت کی کمزوری اور نفس کا غلبہ، تحمل کا ضعف عاقبت سے غفلت وغیرہ ہوں اور یہی وجہ ہے کہ عورتیں بات بات میں اپنے آپ کو اور اپنے بچوں اور عزیزوں کو کوسنے اور بد دعائیں دینے

لگتی ہیں۔ بسا اوقات بڑے بڑے لوگ بھی معمولی رنجشوں اور اختلافات کی بناء پر ایک دوسرے کو بددعائیں دینے لگتے ہیں یا اپنی اور اپنی قوم اور برادری کی ہلاکت وغیرہ کی دعائیں مانگنے لگتے ہیں۔ وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهٗ بِالْخَیْرِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا۔ اور انسان برائی کی دعا اسی طور سے مانگنے لگتا ہے جس طرح بھلائی کی دعا مانگتا ہے۔ اور انسان بہت جلد باز ہے۔ وَلَوْ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْ۔ اگر اللہ تعالیٰ آدمیوں کے لئے برائی کو اس طرح جلد ظاہر کر دیتا جس طرح وہ بھلائی کے متعلق چاہتے ہیں تو ان کی ہلاکت ہو جاتی۔ بہرحال حکمتہاء الٰہیہ اور پرورش ہائے ربانیہ متقاضی ہیں کہ انسانوں کی سب دعائیں قبول نہ کی جائیں اور نہ عالم تہ و بالا ہو جائے گا۔ اور انسانی دنیا کو انتہائی مشکلات پیش آجائیں گی، واللہ اعلم۔

تصحیح

پچھلے ماہ ارمغان سلیمان پر تبصرہ قسط ۲ میں دو ایک جگہ عبارت میں خامی رہ گئی ہے اصل عبارت اس طرح تھی:۔ "ہر نعت عظمت و عشق نبوی پر دال اور عارفانہ اور حکیمانہ طرز سخن کا کمال ہے۔ ہر جگہ ادب شریعت جوش عشق پر غالب ہے۔ اور واردات قلبی کی رعایت، قیود سخن گوئی و آداب شاعری کی کامل پابندی کے ساتھ ہے۔

صفحہ ۵۴ سطر تین میں "عمق و مطالب" چھپ گیا ہے جو غلط ہے۔ "و عمق مطالب" ہونا چاہئے۔ اسی طرح صفحہ ۵۵ سطر تین میں "عشق و الٰہیت" نہیں "عشق و والھیت" ہے۔

دار العلوم حقانیہ

جو طلباء علوم نبوت کی تعلیم و تربیت اور ملک و ملت کی تبلیغی و دینی خدمات پر سالانہ ڈیڑھ لاکھ سے زائد روپے خرچ کر رہا ہے۔ اس سال اس کا سالانہ بجٹ ایک لاکھ اٹھاون ہزار روپے ہے اس کے علاوہ دار الطلبہ اور جامع مسجد ہنوز غیر مکمل ہے جس کی تکمیل پر کئی لاکھ روپے لاگت کا تخمینہ ہے اور یہ سب کچھ عامۃ المسلمین کے تعاون سے ہو رہا ہے اس لئے رمضان المبارک اور عید الفطر کے بابرکت مہینہ میں ضروری ہے کہ دینی درد رکھنے والے مسلمان اس موقع پر حسب معمول اپنے مذہبی مرکز اور عزیز دار العلوم کے طلباء کے مصارف کیلئے اتنا سرمایہ جمع فرماویں کہ دار العلوم ان مہمانان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سالانہ مصارف کا متحمل ہو کر باطمینان ملک و ملت کی خدمات میں مصروف رہے۔ اور اسکی نوبت نہ آئے کہ قلت سرمایہ کی وجہ سے ابتدائے سال (شوال المکرم) میں بوقت داخلہ بادل نخواستہ طالبان علوم نبویہ کو واپس ہونا پڑے۔ امدادی رقومات وغیرہ بھیجنے کا پتہ:۔ مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور (پاکستان)